فضائلِ شعبان

جمیل الرحمان عباسی

فقہ اکیڈمی الحکمہ وقف

فضائل شعبان

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رجب کا مہینا داخل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ ”اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے“ (مسند احمد)۔

امام عبد الرحمن البنا الساعاتی رحمۃ اللہ علیہ ’بلوغ الامانی‘ میں لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تین مہینوں کے لیے برکت کی دعا کرنا ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا عطف، رجب اور شعبان پر نہیں کیا بلکہ اس کے لیے الگ سے لفظ استعمال فرمایا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رمضان کی فضیلت بقیہ دونوں مہینوں یعنی رجب اور شعبان کے مقابلے میں زیادہ ہے“۔

امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”رجب اور شعبان میں برکت سے مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں ہماری اطاعت اور عبادت میں برکت (یعنی کثرت) عطا کر اور رمضان میں پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ (ہماری زندگی اتنی کر دے کہ) ہم پورے ماہ رمضان کو پا سکیں اور ہمیں اس کے صیام و قیام کی توفیق عطا فرما“ (مرقاۃ المفاتیح)۔

بعض حضرات اس حدیث کی سند کے ضعف کی بنا پر اس دعا کو پڑھنا درست نہیں سمجھتے۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد میں نقل کیا اور لکھا: ”اسے امام بزّار اور طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا ہے اس سند میں زائدہ بن ابی الرقاد ہیں جن کے بارے کلام کیا گیا جبکہ بعض نے انھیں ثقہ بھی قرار دیا ہے“۔

دوسری بات یہ کہ اس حدیث کو بہت سارے محدثین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور اس کی بعض اسناد مزید بھی موجود ہیں جن کی بنیاد پر اس حدیث کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ امام عبد الرحمن البنا رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب مسند احمد میں لکھا ہے: ”اس کی دیگر اسناد بھی ہیں جو ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں“۔

تیسری بات یہ کہ اگر اس حدیث کو ضعیف مان بھی لیں تو بطور دعا استعمال میں کوئی حرج نہیں بلکہ فضائل اعمال میں ضعیف روایت بھی محدثین کے نزدیک قابل عمل ہے جیسا کہ علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’تذکرۃ الموضوعات‘ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھا ہے کہ: ”فضائل اعمال کے باب میں ضعیف روایت پر عمل کرنا جائز ہے“۔

ماہ شعبان کی فضیلت صحیح طور پر تسلیم شدہ حقیقت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے:

اس سلسلے کی ایک حدیث امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ’الجامع الصغیر‘ میں شعب الایمان کے حوالے سے نقل کی اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

نیز علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ’سلسلة الاحاديث الصحيحة‘ میں اسے نقل کیا ہے:

”رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینا شعبان کا ہے، لوگ اس سے بے خبر رہتے ہیں اس میں لوگوں کے اعمال اللہ کی جناب میں بلند ہوتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نامہ اعمال بلند کیا جائے تو میں روزے سے ہوں“۔ معنی حدیث: علامہ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبان کے رجب

ورمضان کے درمیان ہونے کی اطلاع نبی کریم ﷺ نے اس لیے دی کہ عرب نسیئ کے من گھڑت قاعدے کے تحت مہینوں کو آگے پیچھے کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ کے اس انداز بیان سے اس قاعدے کی غلط فہمیوں کا ازالہ مقصود تھا(التنویر شرح جامع الصغیر)۔

رفع اعمال کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں۔ اعمال کی ایک پیشی روزانہ کی بنیاد پر، صبح وشام ہوتی ہے(بحوالہ حدیث مسلم)اور ایک پیشی ہفتہ وار، ہر پیر اور جمعرات کو ہوتی ہے(بحوالہ حدیث ترمذی)اور ایک پیشی سالانہ ہوتی ہے، جس کا ذکر حدیث شعبان میں آیاہے۔ جہاں تک مختلف پیشیوں کی حکمت کی بات ہے تو ظاہر ہے کہ ان پیشیوں سے مقصود یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالی کو لوگوں کے اعمال کی خبر ہو جائے کیونکہ اس پر تو کوئی چیز مخفی ہی نہیں ہے۔تو مختلف اوقات کی پیشیوں سے مطلوب نیکوکار کی عزت وکرامت اور بدکار کی مذمت ہے۔ مطلب یہ کہ جب نیک لوگوں کے اعمال صالحہ، اللہ کے سامنے مختلف مواقع پر بار بار پیش کیے جاتے ہیں تو ہر دفعہ اللہ کی رحمت ومحبت، ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور جب بدکاروں کے اعمال مختلف اوقات میں اللہ تعالی کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو ہر بار، اللہ کی ناراضی اور غضب ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ امکان بھی ہے کہ ان پیشیوں میں مجمل ومفصل کا فرق ہوتا ہو یعنی روزانہ کی پیشی تفصیلی ہوتی ہو اور بعد کی دونوں پیشیاں اس پہلی پیشی کے مقابلے میں مجمل ہوتی ہوں(مرعاۃ المفاتیح)۔

یہ جو فرمایا کہ اس مہینے میں اعمال بلند ہوتے ہیں تو اس کا مطلب واضح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ التیسیر بشرح الجامع الصغیر لکھتے ہیں:

”نصف شعبان کی رات میں اعمال بلند ہوتے ہیں“۔

غفلت سے مراد ظاہر ہے کہ عبادت سے غفلت ہے لیکن شارحین حدیث نے بالخصوص روزے سے غفلت کو بیان کیا ہے:

حدیث میں ہے ”لوگ اس سے غافل ہوتے ہیں“یعنی اس کے روزے رکھنے سے غفلت کرتے ہیں“(التیسیر بشرح الجامع الصغیر)۔

دوسری حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ’الجامع الصغیر‘ میں بحوالہ مسند الفردوس نقل کی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”شعبان میرا مہینا ہے اور رمضان اللہ کا مہینا ہے“۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے شعبان کو اپنی طرف اس لیے نسبت دی کہ آپ ﷺ اس میں نفل روزے بکثرت رکھا کرتے تھے اور رمضان کی اضافت اللہ کی طرف اس لیے کی ہے کہ اس کے روزے اللہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں“۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا لیکن مندرجہ بالا توجیہ کے مطابق مضمون میں کوئی قباحت نہیں ہے اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس طرح کے معاملات میں ضعیف حدیث سے دلیل پکڑنا جمہور محدثین اور فقہاءے کرام کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ اوپر علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان ہوا۔

شعبان کے اعمال

عمومی عبادات کے ساتھ، شعبان کی خاص عبادت، روزے رکھنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھا کرتے تھے۔ کسی مہینے میں آپ ﷺ روزہ رکھنا بذات خود اس مہینے کی فضیلت کا بھی ثبوت ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں سوال کیا:

”یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے جتنے کہ شعبان میں رکھتے ہیں“۔

فرمایا:"رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایک ایسا مہینا ہے جس سے اکثر لوگ غافل ہوتے ہیں اور یہ ایسا مہینا ہے جس میں اعمال رب العلمین کی طرف بلند ہوتے ہیں پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بلند ہو اور میں روزے سے ہوں"(نسائی)۔

پہلے یہ عرض کیا گیا کہ اللہ تعالی کے حضور یہ پیشی اعمال خبر واخبار کے لیے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے ان اعمال کی جانچ کرنے کے لیے ہے پس انسان کے مناسب حال یہ ہے کہ جب اس کے اعمال پیش ہو رہے ہوں کم از کم اس وقت تو وہ اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو کہ اس سے اللہ کا غضب بڑھے گا بلکہ چاہیے کہ اس وقت اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا ہو، اگر اس نے نیک اعمال کیے ہوں تب بھی اللہ تعالی کی رحمت اس کی جانب شدت سے متوجہ ہو گی اور اگر خدانخواستہ انسان نے برے اعمال کر کے بھیجے ہوں تو تب بھی اللہ کی مغفرت کے اس کی طرف متوجہ ہونے کا امکان ہے۔

قرآن پاک میں بھی اور احادیث مبارکہ میں بھی صبح و شام کے اوقات میں مصروفِ عبادت و ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن، رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ ان اوقات میں انسان کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے پس انسان مصروف عبادت رہے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت اس کی جانب متوجہ ہو۔ اسی طرح، بروز پیر اور جمعرات انسان کے اعمال اللہ کی جناب میں پیش کیے جاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ ان دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ گویا آپ پیشی اعمال کے وقت خود کو عبادت میں مصروف رکھا کرتے تھے۔ پس چاہیے کہ پیشی اعمال کے اوقات میں مصروف عبادت رہا جائے چاہے صبح و شام والی پیشی ہو یا ہفتہ وار و سالانہ پیشی ہو۔

سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں:

"نبی کریم ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں (نفلی) روزے نہیں رکھا کرتے تھے آپ تو پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے"(بخاری)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ایک حدیث ہے فرماتی ہیں:

"نبی کریم ﷺ سال کے مہینوں میں سے کسی مہینے میں شعبان سے بڑھ کر (نفلی) روزے نہیں رکھا کرتے تھے"(مسلم)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کے ظاہری الفاظ (فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے لیکن اس سے مراد کثرت صوم یعنی شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھنا ہے۔ اس بات کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس روایت سے ہوتی ہے جو امام ترمذی نے نقل کی ہے:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہ دیکھا، آپ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے، بلکہ تقریباً پورے ہی مہینے کے روزے رکھا کرتے تھے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اگر کوئی کسی مہینے کے اکثر دنوں کا روزہ رکھے تو کلام عرب کی رو سے یہ کہنا جائز ہے کہ وہ پورے مہینے کے روزے رکھ رہا ہے"۔

ایک روایت کے مطابق سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:"میں نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے پورے روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ روزے رکھتے کسی مہینے میں آپ کو نہیں پایا"(متفق علیہ)۔

حرف استثنا کا مفہوم

ان احادیث میں حرف استثنا 'إِلَّا' وارد ہوا ہے۔(كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلاَّ قَلِيلاً كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ)، یہ روایت استثنا اور مستثنی منہ کے اعتبار سے مشکل حدیث ہے۔ ایک رائے تو یہ ہے 'الا قليلا' کا مطلب یہ ہے کہ شعبان کے تھوڑے دنوں کو چھوڑ کر باقی پورے شعبان، یعنی اکثر دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے، اس صورت میں 'كُلَّهُ' مجازاً 'أَكْثَرَهُ' کے معنی میں لیا جائے گا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ کلہ سے مراد پورا شعبان ہی ہے اور الا قليلا کا مطلب یہ ہے کہ پورے شعبان کے روزے رکھنا مستقل معمول شریف نہ تھا بلکہ کسی کسی سال پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور کسی سال پورے شعبان کے بجائے اس کے اکثر دنوں کا روزہ رکھتے تھے۔ علامہ بدر الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے 'عمدۃ القاری' میں اسے بہترین رائے قرار دیا ہے۔

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک توجیہ یہ بھی نقل کی ہے کہ یہ آپ کے اول الامر و آخر الامر کا بیان ہے، ابتدا میں آپ پورے شعبان کے روزے نہیں رکھتے تھے لیکن آخری سالوں میں آپ کا معمول یہ بن گیا تھا کہ پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ پورے شعبان کے روزے رکھنا اول امر تھا اور آخر امر بجائے پورے کے اکثر شعبان کے روزے رکھنے کا تھا۔

ہمارے لیے لائحہ عمل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ روزے کسی مہینے میں نہیں رکھا کرتے تھے آپ گویا پورے مہینے کے روزے رکھا کرتے اور آپ فرماتے عمل میں سے وہ اختیار کرو جس کی طاقت رکھتے ہو، پس اللہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم تھک جاؤ''(متفق علیہ)۔

گویا اس میں اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ ہی روزے رکھا کرتے تھے اور تمہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں شعبان کے روزے رکھنے چاہییں البتہ تم اپنی طاقت وہمت کے مطابق روزے رکھ لیا کرو''۔

شعبان کے روزوں کے متعلق ایک روایت سیدہ عائشہ ہی سے مروی ہے فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان بھر کے روزے رکھا کرتے اور آپ پیر اور جمعرات کے روزے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے''(ابن ماجہ)۔

اس حدیث میں گویا اشارہ ہے ان لوگوں کے لیے جو زیادہ روزے نہیں رکھ سکتے کہ کم از کم شعبان کی پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کریں۔

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے کا حکم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصف شعبان کے بعد لوگوں کو روزے رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے البتہ آپ خود روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات تو شعبان کے روزے کو رمضان سے ملا دیتے یعنی شعبان اور رمضان کے روزوں میں وقفہ نہ کرتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے:

''جب آدھا شعبان گزر جائے تو روزے نہ رکھو''(ابو داؤد)۔

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے اور وہ بھی امت پر شفقت و سہولت کی غرض سے ہے کہ کہیں وہ رمضان کے روزے رکھنے سے رہ نہ جائے یا اس کے ذوق و شوق میں کمی نہ آجائے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو یعنی (کسی کو طاقت ہو) اور وہ پورے مہینے کے روزے بھی رکھ لے تو اس کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ خود کو روزے کا عادی بنالے گا اور روزے کی سختی اس سے جاتی رہے گی"۔

دوسرے علماء نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ نصف شعبان کے بعد نفلی روزہ رکھنا جائز ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جمہور علماء کا فرمانا ہے کہ نصف شعبان کے بعد نفلی روزہ رکھنا جائز ہے" (فتح الباری)۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نصف شعبان کے بعد کے روزوں کا جواز تحریر کرتے ہوئے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا:

" اے لوگو ہم نے فلاں فلاں دن ہلالِ (شعبان) دیکھ لیا ہے اور میں رمضان سے پہلے ہی روزے رکھنا شروع کر رہا ہوں اور جو بھی یہ کرنا پسند کرے تو اس عمل کو اختیار کرے"، ایک صاحب نے آپ سے سوال کیا: "اے معاویہ! اس بابت کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا یا یہ آپ کی اپنی کوئی رائے ہے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ:

"مہینا (شعبان) کے روزے رکھو اور اس کے آخری حصے کے بھی روزے رکھو" (سنن ابی داود)۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھے سوائے یہ کہ کوئی بندہ ایسا روزہ رکھ لے جسے رکھنے کا وہ عادی تھا" (متفق علیہ)۔

علماء نے اس ممانعت کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں ایک تو یہ کہ دیکھنے والوں کو شروعات رمضان کا شبہہ نہ لاحق ہو جائے، یہ بھی کہ نفل اور فرض باہم گڈ مڈ نہ ہو جائیں، لیکن جیسا کہ خود حدیث کے الفاظ میں وضاحت موجود ہے کہ جو آدمی اپنے معمول میں روزے رکھنے کا عادی ہو مثلاً پیر و جمعرات وغیرہ کا روزہ ان دنوں میں آرہا ہو یا نذر و قضاء کا روزہ ہو تو وہ ان دنوں میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔

شب برات کی فضیلت

ماہ شعبان کا ایک اہم موقع نصفِ شعبان کی رات ہے یعنی پندرھویں رات، اسے شب برات بھی کہا جاتا ہے۔ اس رات کی فضیلت متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے 'الرسالہ' میں اس کی فضیلت نقل کی ہے۔ درج ذیل صحیح روایت سے نصف شعبان کی رات اللہ تعالی کی مغفرت کا ظہور ہونا معلوم ہوتا ہے:

" بے شک اللہ تعالی نصف شعبان کی رات اپنی مخلوق کی طرف نزول فرماتا ہے پھر تمام مخلوقات کو معاف فرما دیتا ہے سوائے مشرک اور باہمی بغض رکھنے والوں کو"۔

اس روایت کو شعیب الارنووط نے تخریج مسند احمد میں صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلة الأحاديث الصحيحة میں اسے حسن قرار دیا ہے، شب برات کی فضیلت کی احادیث اس کے علاوہ بھی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض ضعیف ہیں، بعض حسن اور بعض صحیح، جبکہ اس ضمن میں چند موضوع احادیث بھی پائی جاتی ہیں۔ برصغیر کے مشہور محدث مولانا عبد الرحمن مبارکپوری تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي میں ان احادیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جان لو کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہ مجموعی طور پر شب برات کی فضیلت کے اصل ہونے پر دلالت کرتی ہیں انھی میں سے ایک یہ (مذکورہ) حدیث بھی ہے، پس یہ احادیث اس آدمی پر حجت ہیں جو یہ سمجھتا ہے کہ اس رات کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو گھر میں نہیں پایا تو آپ کی تلاش میں باہر نکل گئی تو دیکھا کہ وہ بقیع میں ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تو یہ اندیشہ کرتی ہے اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کریں گے ؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! میں نے سوچا شاید آپ اپنی کسی زوجہ کے ہاں چلے گئے ہیں“۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں پھر وہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے عدد سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں“۔

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے (مرسل وہ روایت ہے جس کی سند کے آخر میں صحابی رضی اللہ عنہ کا حوالہ ساقط ہو) لیکن اس کے راوی قابل اعتماد ہیں، اور علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت اس طرح کی مرسل حدیث کو حجت مانتی ہے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امام بیہقی نے ایک دوسری متصل روایت بھی نقل کی ہے جو اسی مضمون کی ہے۔ اس مضمون کی احادیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان مختلف طرق کی بناپر، شب برات میں اللہ تعالیٰ کا نزول اور کثیر تعداد میں لوگوں کی مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”حاصل کلام یہ کہ یہ حدیث اپنے تمام طرق و اسناد کے ساتھ صحیح ثابت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں“(سلسلہ احادیث الصحیحہ، 1140 حدیث نمبر)۔

نصف شعبان کی رات اور قضاو قدر

جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ قضاو قدر کے فیصلے کس رات میں ہوتے ہیں وہ رمضان میں پائی جانے والی رات لیلۃ القدر ہے یا پندرہ شعبان کی رات لیلۃ البراءۃ ہے۔ جمہور کے نزدیک وہ رات رمضان میں پائی جانے والی رات لیلۃ القدر ہے۔

سورۂ دخان کے شروع میں ایک رات اور اس میں ہونے والے فیصلوں کا ذکر ملتا ہے معروف تابعی حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ رات پندرہ شعبان کی رات ہے۔ اس رائے کی بنیاد شعب الایمان کی ایک حدیث ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ماہ شعبان میں ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کے معاملات (پیدائش، نکاح، اموات وغیرہ) طے ہوتے ہیں لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس روایت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”مرسل روایت کو دوسری نصوص جن میں لیلۃ القدر میں فیصلے ہونے کا ذکر ہے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی“۔

لیکن اگر اس مرسل روایت کے مطابق اس مسئلے کی کوئی ایسی توجیہ کی جائے جس میں لیلۃ القدر اور شب برات کے درمیان تطبیق قائم ہو جائے تو معارضۂ نصوص والا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوتا، اس توجیہ کا ذکر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حواشی میں کیا ہے:

''یعنی سال بھر کے متعلق قضاء وقدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات (لیلۃ القدر) میں ''لوح محفوظ'' سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جسے شب برات کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتدا اور شب قدر پر انتہا ہوئی ہو۔ واللہ اعلم

اخلاق حسین قاسمی دہلوی نے مستند موضح القرآن میں اس تطبیق کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''بعض حضرات نے برکت والی رات سے شب برات مراد لی ہے جمہور کی رائے لیلۃ القدر کے بارے میں ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام امور لکھے تو لیلۃ القدر میں جاتے ہوں لیکن (فرشتوں کو) دیے شب برات میں ہوں، اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ممکن ہے''۔

شب برات کی عبادت اور اجتماعات

شب برات کی فضیلت میں چند احادیث ہم پڑھ چکے، ان میں امر مشترک یہ ہے کہ اللہ تعالی اس رات میں کثیر تعداد کی مغفرت فرماتا ہے۔ کسی فضیلت والے وقت کی فضیلت سے حصہ پانے کا درست طریقہ اللہ کی عبادت ہی ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت علا بن حارث رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ''کیا تم جانتی ہو آج کون سی رات ہے؟''۔ میں عرض کیا: ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج نصف شعبان کی رات ہے اللہ تعالی نصف شعبان کی رات کو اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر مغفرت طلب کرنے والوں کو معاف فرماتے ہیں اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں البتہ آپس میں رنجش رکھنے والوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں'' (شعب الایمان، بیہقی)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

چنانچہ فقہاے امت نے پندرہ شعبان کی رات میں عبادت کرنا مستحب قرار دیا ہے۔ دور حاضر کے فقہی انسائیکلوپیڈیا الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

''جمہو علماء کی رائے یہ ہے کہ نصف شعبان کی رات کو عبادت سے زندہ رکھنا مستحب ہے''۔

ذیل میں ہم مختلف فقہا کے اقوال تحریر کرتے ہیں:

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب 'الاقناع' کے مصنف شرف الدین الحجاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''نصف شعبان کی رات میں فضیلت کا سامان ہے اور سلف میں ایسے بزرگ بھی تھے جو اس رات کو نماز پڑھا کرتے تھے لیکن اس رات کو زندہ کرنے کے لیے مساجد میں اجتماعات کا انعقاد بدعت ہے''۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب 'نور الایضاح' میں ہے:

''رمضان کی آخری دس راتوں، دونوں عیدین کی راتوں، اور ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں، اور نصف شعبان کی رات کو زندہ رکھنا مستحب ہے لیکن ان میں سے کسی بھی رات کے لیے مساجد یا دیگر مقامات پر اجتماع کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، بلکہ اکثر علماے حجاز مثلاً عطا، ابن ابی ملیکہ وفقہاے اہل مدینہ اور اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہم نے ایسے اجتماعات کی مشروعیت کا انکار کرتے ہوئے انھیں بدعت قرار دیا ہے''۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مقدس راتوں کو زندہ رکھنے کے لیے مساجد میں اجتماع ناپسندیدہ ہے اور تراویح کے علاوہ نفل نمازیں بھی (ان اجتماعات میں) باجماعت نہ پڑھی جائیں''(البحر الرائق)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس قیام کی فضیلت تنہا بلا کسی معین و مخصوص تعداد کے نوافل پڑھنے، تلاوت و سماعت قران، مطالعہ و سماعت حدیث، اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ فضیلت رات کے اکثر یا کچھ حصے میں یہ اعمال کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے البتہ ان راتوں میں سے کسی رات کو زندہ کرنے کی خاطر مساجد میں اجتماع کرنا ناپسندیدہ ہے''(رد المحتار ملخصا)۔

امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس رات میں نماز، دعا اور بیانات کی غرض سے مساجد میں اجتماع کرنا تو ناپسندیدہ ہے لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ اس رات میں انسان اکیلا اپنی ذات میں یہ سب کچھ کرے۔ پس بندہ مومن کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اس رات میں اللہ کے ذکر، اپنے گناہوں کی معافی و پردہ پوشی اور غم و رنج کی دوری کے لیے دعائیں مانگے اور سب سے پہلے اللہ کی جناب میں توبہ کرے کیونکہ اللہ بھی اس پر توجہ فرماتا ہے کہ جو اس کی جناب میں توبہ کرتا ہے۔ اور بندہ مسلم پر یہ لازم ہے کہ وہ ان گناہوں سے بھی اجتناب جو مغفرت اور رات بھی دعا کی قبولیت کے راستے کی رکاوٹ بنتے ہیں۔ جیسا کہ بعض روایت میں آیا ہے شرک، قتل اور زنا کرنے والے کی مغفرت اس رات میں نہ ہوگی''(ملخصا لطائف المعارف)۔

شب برات کی مخصوص عبادات

جاننا چاہیے کہ نصف شعبان کی مقدس رات کی کوئی مخصوص عبادات نہیں ہیں۔ عوام میں مختلف قسم کی نمازیں مشہور ہیں، مثلا مغرب کے بعد فلاں فلاں سورتوں کے ساتھ اتنی رکعتیں پڑھی جائیں وغیرہ۔ علما کے نزدیک اس قسم کی کوئی عبادت ثابت نہیں۔ امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھا ہے:

''جان لو کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے 'الآلی المصنوعہ' میں لکھا ہے کہ نصف شعبان کی رات میں سو رکعت ادا کرنے اور ہر رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں دیلمی وغیرہ کی روایت موضوع ہے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان عبادات کی نفی کی ہے، فرماتے ہیں:

''نماز رغائب جو ماہ رجب کے پہلے جمعے کی مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعت مشہور ہے اور اسی طرح نصف شعبان کی رات میں سو رکعت نماز ادا کرنا دونوں نہایت مذموم اور قبیح بدعات ہیں اور ان کے بارے میں ذکر کی جانے والی احادیث جھوٹی اور باطل ہیں''(المجموع شرح المهذب)۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان عبادات کے بارے میں یہی موقف پیش کیا، لکھتے ہیں:

''کسی خاص تعداد اور مخصوص قرات یا وقت معین کی کوئی نماز ادا کرنا جیسے نماز رغائب اور الفیہ جو رجب کے پہلے جمعے، سترہ رجب یا نصف شعبان میں بیان کی جاتی ہیں باتفاق ائمہ اسلام غیر مشروع ہیں''(ملخصا مجموع الفتاوى بن تيمية الحراني)۔

شب برات کا چراغاں

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس رات میں چراغاں کرنے وغیرہ کو فضولیات میں شامل کیا ہے جن کا اس رات کی فضیلت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اسی طرح اس رات کو مساجد میں اجتماعی عبادات سے بھی منع کیا گیا ہے۔

"سال کی مشہور راتوں میں جیسے نصف شعبان وغیرہ کی بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ جو شہروں میں چراغ روشن کیے جاتے ہیں اور اس کے بہت سارے مفاسد ہیں مثلاً اس میں مجوسیوں کی مشابہت ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں اور مال کا ناحق ضیاع بھی ہے" (المجموع شرح المهذب لنووي رحمه الله)۔

پندرہ شعبان کا روزہ

ایک حدیث شریف میں پندرہ شعبان کے روزے کا ذکر ہے، حدیث سندی اعتبار سے نہایت کمزور ہے۔ لہذا سنت سمجھے بغیر اگر کوئی شخص پندرہ شعبان کا روزہ رکھ لے تو بہتر ہے کیونکہ شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت دیگر احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے ہے اور ایام بیض کے روزوں کی بھی حدیث شریف میں فضیلت آئی ہے۔ لہذا خاص پندرہ شعبان کے روزے کی فضیلت کا اعتقاد نہ ہو تو روزہ رکھ لینا بہتر اور مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نصف شعبان کی رات ہو تو رات کو عبادت کرو اور آئندہ دن روزہ رکھو اس لیے کہ اس میں غروب شمس سے فجر طلوع ہونے تک آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ نزول فرماتے ہیں اور یہ کہتے ہیں ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کوئی روزی کا طلب گار کہ میں اس کو روزی دوں؟ ہے کوئی بیمار کہ میں اس کو بیماری سے عافیت دوں؟ ہے کوئی ایسا؟ ہے کوئی؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے" (ابن ماجہ)۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ اپنے رسالے میں پندرھویں شعبان کے روزے کے استحباب پر علمائے کرام کی تصریحات اس طرح نقل فرماتے ہیں:

علماء حنفیہ: حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: "پندرھویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے"۔ (زوال السنہ) حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو پندرھویں شعبان کے مسنون اعمال میں شمار فرمایا یعنی اس کی صبح کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ علامہ قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ شریف کی شرح مظاہر حق، جلد 2، ص 364 پر باب صیام التطوع میں پندرھویں شعبان کا روزہ بھی شمار فرمایا ہے۔

علمائے مالکیہ: شیخ دردیر مالکیؒ نے پندرھویں شعبان کا روزہ مستحب قرار دیا ہے (بلغة السالك لأقرب المسالك)۔

علمائے حنابلہ: شیخ مرداوی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں تحریر فرمایا کہ: "شیخ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "المستوعب" میں لکھا ہے کہ شعبان کے روزوں میں پندرھویں شعبان کا روزہ زیادہ موکدہ ہے"۔ نیز ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا: "پندرھویں شعبان کے روزے کا حکم خصوصیت سے آیا ہے" (ملخص از رسالہ: شب برأت کی حقیقت، از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ)۔

اسی طرح فتاویٰ ہندیہ اور مراقی الفلاح میں بھی پندرہ شعبان کے روزے کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "اور جن روزوں کی ترغیب دی گئی ہے وہ مختلف ہیں پہلا محرم کا روزہ، دوسرا رجب کا روزہ اور تیسرا شعبان کا روزہ"۔

مراقی الفلاح میں ہے: "ہر وہ روزہ جو شریعت میں مطلوب ہو اور اس پر ثواب کا وعدہ ہو وہ بھی مستحب ہوتا ہے"۔

****